درس حدیث

بعنوان

واقعۂ قرطاس

از افادات

امام اہل سنت، مناظرہ اسلام، حافظ

علامہ حضرت

علی شیر حیدری شہید

ترتیب وتدوین

مولانا طفیل احمد عثمانی

ناشر

خلافت راشدہ اکیڈمی اعظم کالونی خیرپور

درس حدیث

بعنوان

واقعہ قرطاس

افادات:

امام اہلسنت

علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ

ترتیب وتدوین:

مولانا طفیل احمد عثمانی

ناشر

خلافت راشدہ اکیڈمی اعظم کالونی خیر پور سندھ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نامِ کتاب: درس حدیث بعنوان واقعہ قرطاس

افادات: علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتدوین: مولانا طفیل احمد عثمانی

کمپوزنگ: سید ارشد علی شاہ بخاری

اشاعت نمبر: اوّل

تعداد: ۱۵۰۰

صفحات: ۴۰

تاریخ اشاعت: شعبان ۱۴۳۶ھ (جون 2015)

ملنے کا پتے

جامعہ حیدریہ لقمان خیر پور (03002343166)

مدرسہ عمر فاروقؓ۔ پریو تنیو، تنیہ بقاشاہ (03023108442)

اہلبیتؓ رسولؐ لائبریری اللہ وسایو انڑ (03003948194)

مکتبہ عمر فاروقؓ - پھل شہر، نوشہرو فیروز (03132983562)

فردوس مسجد نوشہرو فیروز (03002526371)

بخاری کتاب گھر سکھر (03003124605)

بخاری پبلیکشن حیدرآباد (03082937667)

فہرست

۱	عرض مرتب	۴
۲	حدیث قرطاس اور صحیح بخاری	۸
۳	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت وقت وفات	۹
۴	حدیث قرطاس کا مخاطب کون؟	۱۴
۵	لفظ اَهَجَرَ کی معنیٰ اور حقیقت	۱۵
۶	حدیث قرطاس اور فضائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ	۱۶
۷	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم وجوبی تھا یا نہیں؟	۱۷
۸	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لکھواتے؟	۲۰
۹	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم وجوبی نہیں تھا	۲۱
۱۰	حدیث قرطاس اور سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت	۲۲
۱۱	حدیث قرطاس اور حضرت علیؓ	۲۳
۱۲	صلح حدیبیہ اور حضرت علیؓ	۲۴
۱۳	تہجد پڑھنے کا حکم حضرت علیؓ کو	۲۶
۱۴	ایک شخص کو قتل کرنے کا حکم	۲۹
۱۵	حکم پر عمل نہ کرنے کا ایک اور واقعہ	۳۰
۱۶	ہر بات وحی نہیں ہے	۳۱
۱۷	حضرت موسیٰؑ اور عرض مصلحت	۳۲
۱۸	واقعہ معراج اور دفع مشقت	۳۳
۱۹	رفع صوت اور فوق صوت میں فرق	۳۴
۲۰	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہ لکھوانے کا الزام	۳۵
۲۱	ساری بات کا خلاصہ	۳۶
۲۲	ایک سوال	۳۷
۲۳	سمجھنے کی بات	۳۸
۲۴	آخری بات	۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

خالق کائنات نے انسان کی تخلیق فرمائی اور ساتھ یہ فیصلہ بھی فرمادیا کہ جو شخص فرمانبردار بن کر زندگی گذاریگا وہ میرے انعامات واکرام کا مستحق بنے گا اور جو نافرمان ہوگا ابدی نقصان اس کا مقدر بن جائیگا۔ تخلیق آدم سے لیکر آج اور قیامت کی صبح تک حق و باطل کا تقابل ہے اور رہیگا۔ ایک مثل مشہور ہے **لکل فرعون موسیٰ** ہر فرعون کے لئے اللہ نے کوئی نہ کوئی موسیٰ پیدا کیا ہے اور یہ بھی سنۃ اللہ ہے کہ دور آدم سے لیکر آج تک ہونے والے حق و باطل کے ٹکراؤ میں فتح ہمیشہ حق کی ہوئی ہے اور آئندہ بھی حق کی ہوگی ان شاء اللہ۔ اہل باطل نے اہلِ حق کے خلاف الزام و اعتراض کی جو آگ جلا رکھی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسی آگ میں انہیں (اہل باطل) کو جلا رکھا ہے۔ انہی اعتراضات میں سے ایک اعتراض حدیث قرطاس کے نام سے کیا جاتا ہے اور صحیح بخاری دکھا کر، جس سے اپنا غلط مفہوم نکال کر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو آپ کی بخاری شریف میں یہ یہ لکھا ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں بھی کئی لوگ آئے اور حدیث قرطاس پر گفتگو کی، ہم ان کو اپنی کم فہمی، کم علمی کے باوجود ان کو سمجھانے کی کوشش کرتے۔ پھر اچانک ذہن میں حدیث قرطاس پر کچھ لکھنے کا سوچا اور کچھ صفحات بھی تحریر کئے تو اسی دوران ایک ساتھی سے مشورہ کیا اس نے بتایا کہ حدیث قرطاس پر امام اہلسنت حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کا درس جو حضرت نے جامعہ حیدریہ خیرپور میں دورہ حدیث پڑھنے والے طلباء کے سامنے بیان کیا تھا اگر اس درس سے استفادہ کیا جائے تو بہت بڑا فائدہ ہوگا۔ پھر جب حضرت شہیدؒ کا درس سنا تو جو کچھ صفحات ہم نے تحریر کیے تھے وہ

ریت کی دیوار سے بھی کمزور نکلے۔ چنانچہ حضرت شہیدؒ کا درس صفحہ قرطاس پر لانے کی کوشش کی۔ الحمدللہ اس میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی اور وہ تحریری شکل میں تیار ہو کر آپ کے سامنے ہے۔ میں یہاں اپنے ان تمام دوست واحباب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر موقعہ پر میری ہمت افزائی کی اور آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا خاص کر سید ارشد علی شاہ صاحب، قاری عبدالرشید بُھل صاحب اور ساتھ ہی مولانا عبدالجبار شیخ صاحب کا بھی، جنہوں نے شفقت فرماتے ہوئے اپنی قیمتی آراء سے مستفیض فرمایا اور حضرت مولانا مفتی اسد اللہ شیخ صاحب کا بھی نہایت مشکور ہوں جنہوں نے ایک ایک لفظ دیکھ کر ہماری اصلاح فرمائی۔ رب تعالیٰ ان تمام احباب کو دنیا و آخرت کی کامیابی عطا فرمائے اور اس کتاب (درس حدیث بعنوان واقعہ قرطاس) کو مقبولیت عام عطا فرمائے اور خواص و عوام کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق بخشے۔

والسلام

ابو طلحہ طفیل احمد عثمانی

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِيّٖنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔۔۔۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔۔۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔۔۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورہ مائدہ آیت ۳)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَوْمُ الْخَمِيسِ، وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ؟ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، فَقَالَ: «ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا» ، فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوا: مَا شَأْنُهُ، أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ؟ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «دَعُونِي، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ»

اللهم صلی علیٰ سیدنا ومولٰنا محمدِن النبی الامی وعلیٰ اٰله وصحبه و بارك وسلم عدد خلقك ورضا نفسك ومداد کلمٰتك وزنة عرشك دائماً ابدًا ابدًا۔۔۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

حدیث قرطاس، قرطاس کہتے ہیں کاغذ کو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رو رو کر فرما رہے ہیں کہ جمعرات کا دن، کیا ہوا بھائی۔۔۔۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات پر عمل نہ ہوا۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو چاہتے تھے جو لکھوانا، وہ لکھوا نہ سکے۔۔۔۔ کہتے ہیں جمعرات کا دن تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے کاغذ قلم لا دو اور میں تمہیں تحریر دے دوں لکھ دوں کہ بعد میں تم گمراہ نہ ہوگے تو اہلبیت میں اختلاف ہوا جو اس وقت گھر میں موجود تھے اہلبیت میں اختلاف ہوا۔ بعضوں نے کہا جلدی کرو کاغذ قلم دو، بعضوں نے کہا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہے اور کتاب اللہ پہنچ چکا ہے قرآن پاک نے اعلان کر دیا ہے

دین کامل ہو چکا ہے تو رسول پاک ﷺ کو پریشان نہ کرو کیا لکھوانا ہے دین تو کامل ہو گیا اور کچھ لوگوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ رخصت ہو رہے ہیں ہم سے اور چھوڑ کر جا رہے ہیں دنیا کو، **اَهَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ** تو آپس میں جب باتیں کرنے لگیں، کچھ نے کہا لاؤ بھائی جلدی کرو، کچھ نے کہا کہ کیا نبی پاک ﷺ جا رہے ہیں دنیا سے، چھوڑ رہے ہیں، کچھ نے کہا بھائی لکھوانے کی کیا ضرورت ہے کون سی نئی چیز لکھوائو گے آپ ﷺ کی طبیعت میں تکلیف ہے اور تمہیں لکھوانے کی پڑی ہے دین کامل ہو چکا ہے اس طرح مختلف باتیں ہونے لگیں تو ویسے آواز بلند مریض کو اچھی نہیں لگتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا بس جاؤ میں جس حال میں میں ہوں رہنے دو، وہ بہتر ہے تم مجھے اور کام میں لگادو، جدھر مجھے لے جانا چاہتے ہو اس سے وہ حال بہتر ہے جس میں میں ہوں ،اللہ کی یاد میں۔ یہ ہے روایت، اب شیعہ اس سے استدلال کرتے ہوئے پانچ الزام لگاتے ہیں۔

۱۔ قول پیغمبر کو رد کیا

۲۔اللہ کی وحی کو رد کیا

۳۔اور جناب عالی جو میں نے کہا تھا **اَهَجَرَ** کیا آپ چھوڑ رہے ہیں دنیا کو، تو اس کا ایک معنی یہ بنتا ہے **اَهَجَرَ** مریض جو تکلیف کی وجہ سے بے اختیار بولتا ہے تو وہ لوگ لکھوانا چاہتے تھے انہوں نے نہ لکھوانے والوں سے یہ ہی کہا کہ کیا نبی پاک علیہ السلام بے مقصد بول رہے ہیں؟ مرض کی غلبہ کہ وجہ سے۔ **سنڌي ۾ چئبو آهي وڦلڻ** کي۔ اس کو اردو میں کہتے ہیں بڑ بڑانا، مریض جو بے اختیار بولتا ہے۔ تو اب شیعہ یہاں کہتے ہیں دیکھو جی پیغمبر کے قول کو رد کیا، اللہ کے قول وحی کو رد کیا، رسول پاک ﷺ کی طرف سے ہذیان کی نسبت کی۔

۴۔اور خود نبی پاک ﷺ کے سامنے **رفع صوت** کیا بے ادبی کی۔

۵۔اور امت کو بہت بڑے فائدے سے محروم کیا۔

حدیث قرطاس اور صحیح بخاری

آیئے پہلے بخاری شریف میں دیکھ لیتے ہیں۔ یہ روایت بخاری شریف میں سات جگہوں پر ہے، صفحہ ۲۲، ۴۲۹، ۴۴۹، ۶۳۸، ۸۴۶، ۱۰۹۵ پر ہے۔

پہلی روایت:

بخاری جلد اول صفحہ ۲۲ (مطبوعہ قدیمی کراچی)

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قَالَ: «ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لاَ تَضِلُّوا بَعْدَهُ» قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الوَجَعُ، وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللهِ حَسْبُنَا. فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّغَطُ، قَالَ: «قُومُوا عَنِّي، وَلاَ يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ» فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: «إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ، مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ»

یہ ہے عبید اللہ بن عبداللہ، عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سخت ہو گئی نبی پاک ﷺ کے ساتھ تکلیف نبی پاک ﷺ کی، فرمایا نبی پاک ﷺ نے کہ لاؤ میرے پاس کتاب، لکھ دوں تمہارے لئے ایسی تحریر، نہ گمراہ ہو اس کے بعد۔ کہا عمر رضی اللہ عنہ نے بے شک نبی پاک ﷺ کو غالب ہے تکلیف اور شدید ہے تکلیف۔۔۔۔ ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے وہ کافی ہے۔ پھر اختلاف کیا لوگوں نے اور زیادہ ہو گئی آواز۔۔۔۔ فرمایا نبی پاک ﷺ نے اٹھ جاؤ میرے پاس سے اور نہیں مناسب ہے میرے پاس اختلاف کرنا جھگڑا کرنا۔ یہ کہہ کر **فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ،** مصیبت ہوئی بڑی مصیبت، وہ بات **حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ،** جو حائل ہو گئی نبی پاک ﷺ اور نبی پاک ﷺ کی تحریر کے درمیان، کہ تحریر نہ ہو سکی۔ بظاہر یہ لگتا ہے ابن

عباسؓ وہاں فرماتا ہے لیکن وہاں کی بات نہیں ہے یہ حدیث بیان کر کے ابن عباسؓ جہاں تھے وہاں سے اٹھ گئے ہیں یہ کہتے ہوئے صحیح بخاری کے صفحہ ۲۲ کے ۶ نمبر حاشیہ پر ہے کہ [**فخرج ابن عباس ظاهرهٔ يدل على ان ابن عباس كان معهم فى تلك الحالةِ فخرج قائلا بهٰذه المقالة**] بظاہر لگتا ہے کہ ابن عباسؓ ان کے ساتھ تھے اور اسی حالت میں نکل گئے یہ کہتے ہوئے۔ **وليس كذالك فى الواقع**۔ فی الواقع اس طرح نہیں ہے **بل قول ابن عباس انما كان عند روايت بهٰذالحديث**، ابن عباسؓ کا یہ قول اس حدیث کو روایت کرتے وقت ہے **اى خرج من المكان الذى كان فيه عندالتحديث**۔ کہ حدیث بیان کرتے وقت جہاں تھے وہاں سے آپ یہ کہتے ہوئے نکلے۔

دوسری روایت

بخاری جلد اول ص ۴۲۹ (مطبوعہ قدیمی کراچی)

حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الأَحْوَلِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ قَالَ: يَوْمُ الخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الخَمِيسِ؟ ثُمَّ بَكَى حَتَّى خَضَبَ دَمْعُهُ الحَصْبَاءَ، فَقَالَ: اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ يَوْمَ الخَمِيسِ، فَقَالَ: «ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا»، فَتَنَازَعُوا، وَلاَ يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوا: هَجَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «دَعُونِي، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ»

جس حال میں ہوں وہ بہتر ہے اس سے جدھر تم مجھے بلا رہے ہو توجہ الی اللہ والی حالت ہے تکلیف ہے۔

نبی ﷺ کی وصیت وقت وفات

وَأَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلاَثٍ:

نبی ﷺ نے وصیت کی وفات کے وقت تین چیزوں کی۔۔

«أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ» باہر سے آنے والے وفد کا اکرام کیا کرو۔، وَنَسِيتُ الثَّالِثَةَ، اور تیسری بات وہ مجھے یاد نہ رہی۔

یہ دو باتیں نبی پاک ﷺ کی تیسری بات کہ نبی پاک ﷺ نے کیا فرمائی ابن عباسؓ کو یاد نہیں رہی یا ابن عباسؓ نے بیان کی لیکن راوی کو یاد نہیں رہی۔

تیسری روایت:

بخاری ج اول ص ۴۴۹ (مطبوعہ قدیمی کراچی)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَلِ، سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: يَوْمُ الخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الخَمِيسِ، ثُمَّ بَكَى حَتَّى بَلَّ دَمْعُهُ الحَصَى، قُلْتُ يَا أَبَا عَبَّاسٍ: مَا يَوْمُ الخَمِيسِ؟ قَالَ: اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، فَقَالَ: «ائْتُونِي بِكَتِفٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لاَ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا»، فَتَنَازَعُوا، وَلاَ يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوا: مَا لَهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ؟

یہاں "**اسْتَفْهِمُوهُ**" کا جو لفظ ہے ایک ہوتا ہے "أَهَجَرَ" ہمزہ (یعنی الف) وہاں بھی ہے اور یہاں بھی ہے اور ایک لفظ "**اسْتَفْهِمُوهُ**" یہ یہاں پر ہے اس کو خاص طور پر ذہن میں رکھنا ہے یہ جواب میں کام آئے گا۔

فَقَالَ: «ذَرُونِي، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ»، فَأَمَرَهُمْ بِثَلاَثٍ، قَالَ: «أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ» وَالثَّالِثَةُ، إِمَّا أَنْ سَكَتَ عَنْهَا، وَإِمَّا أَنْ قَالَهَا فَنَسِيتُهَا، قَالَ سُفْيَانُ: هَذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ

اور تیسری بات سے خاموش ہوگئے یا تیسری بات انہوں نے کہی میں بھول گیا ہوں۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ یہ سلیمان بن احول کا قول ہے ابن عیینہ یہ سفیان

بن عیینہ ہے ان کی روایت ہے سلیمان بن احول سے سلیمان بن مسلم بن احول سے ان کی روایت ہے سعید بن جبیر سے تو یہ تیسری بات سعید بن جبیر نے نہیں کہی یا سعید بن جبیر نے کہی میں بھول گیا ہوں۔ تو وہاں جو بات آرہی ہے تو میں نے عرض کیا کہ امکان نکل رہا ہے نبی ﷺ کے متعلق ابن عباسؓ کے متعلق یا دونوں کے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ ہے سعید بن جبیر کے متعلق اور کہنے والا ہے سلیمان بن احول تیسری بات انہوں نے کہی نہیں، کس نے؟ سعید بن جبیر نے یا کہی تو میں بھول گیا ہوں۔

چوتھی روایت:

بخاری جلد ثانی ص ۶۳۸ (مطبوعہ قدیمی کراچی)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الأَحْوَلِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَوْمُ الخَمِيسِ، وَمَا يَوْمُ الخَمِيسِ؟ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، فَقَالَ: «ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا»، فَتَنَازَعُوا وَلاَ يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوا: مَا شَأْنُهُ، أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ؟ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «دَعُونِي، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ»

کہتے ہیں نبی پاک ﷺ کو تکلیف بڑھ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا لاؤ لکھ دوں تمہیں ایک تحریر کہ نہ گمراہ ہو اس کے بعد، اختلاف کیا لوگوں نے اور نہیں چاہیے نبی ﷺ کے پاس اختلاف کرنا۔ بس کہا لوگوں نے کیا حال ہے رسول اللہ ﷺ کا، کیا چھوڑ رہے ہیں؟ پوچھ لو آپ ﷺ سے۔ **فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَنهُ۔**

پھر بار بار پوچھنے لگے آپ ﷺ سے، تو آپ ﷺ نے فرمایا چھوڑ مجھے جس حال میں ہوں وہ بہتر ہے اس حال سے جدھر تم مجھے بلا رہے ہو اور وصیت کر دی آپ ﷺ نے ہمیں تین چیزوں کی۔

«أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ»
وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَ فَنَسِيتُهَا

یہ وہی بات **سَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ**، کہ سکت کرنے والا کون ہے یہاں اس کی وضاحت ہو گئی یہاں پر دیکھ لیں۔

بخاری جلد ثانی صفحہ ۶۳۸ کا حاشیہ نمبر ۹ : (مطبوعہ قدیمی کراچی)

قوله وسكت عن الثلاثة او قال وهو الراجع فنيستها قيل الشاك هو ابن عباس والناسى سعيد بن جبير وقال سفيان ونسيت الثلاثة هو قول سليمان كذا فى قس وفى التونفسيح قال الداؤدى و ابن التين الثلاثة هى الوصية با القرآن وقال المهلب وابن بطال بل تنفيذ جيش اسامه وقال عياض هى قوله الصلوة وما ملكت ايمانكم اولا تتخذوا قبرى وثنا يعبد فانها بثتت فى الموطا مقردته بالامر باخراج اليهود، کہ تیسری بات کیا تھی اس میں محدثین کا اختلاف ہے۔ کسی نے کہا قرآن کو مظبوط پکڑنا، کسی نے کہا جیش اسامہ کو روانہ کرنا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں آخری بات **الصلوٰۃ وما ملکت** اور **لا تتخذوا قبری وثنا یعبد** میری قبر کو بت بنا کر عبادت نہ کرنا کیونکہ **لا تتخذوا قبرى وثنا يعبد فانها بثتت فى الموطا مقردته بالامر باخراج اليهود**، جہاں یہودیوں کو نکالنے کا حکم ہے وہیں یہ الفاظ صاف ہیں اس لئے یہ قرینہ ہے کہ تیسری یہ بات ہو۔ بہر حال یہاں پر لفظ **اَهَجَرَ** اور **اِسْتَفْهِمُوهُ** یہ خاص یاد کرنے کے قابل ہیں۔

پانچویں روایت:

بخاری جلد ثانی صفحہ ۶۳۸ (مطبوعہ قدیمی کراچی)

اوپر والی روایت کے ساتھ ہے یہ روایت

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لاَ تَضِلُّوا بَعْدَهُ» ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الوَجَعُ، وَعِنْدَكُمُ القُرْآنُ حَسْبُنَا، كِتَابُ اللهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ البَيْتِ

یہاں پر یہ جو اہلبیت کا لفظ ہے یہ خاص ہے

وَاخْتَصَمُوا، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لاَ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلاَفَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قُومُوا» قَالَ عُبَيْدُ اللهِ، فَكَانَ يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ: «إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ، مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الكِتَابَ، لِاخْتِلاَفِهِمْ وَلَغَطِهِمْ»

کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے بڑی مصیبت ہوئی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لکھوانہ لیا اور وہ آپ نے چھوڑ دیا آپس میں اختلاف اور شور کی وجہ سے کاش کہ وہ لکھوا دیتے۔

چھٹی روایت:

بخاری جلد ثانی صفحہ ۸۴۶ (مطبوعہ قدیمی کراچی)

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا حُضِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَفِي البَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ، قَالَ: «هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ» ، قَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ القُرْآنُ فَحَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ البَيْتِ وَاخْتَصَمُوا، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالِاخْتِلاَفَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «قُومُوا عَنِّي» ، قَالَ عُبَيْدُ اللهِ، فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: «إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ

الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الكِتَابَ مِنَ اخْتِلاَفِهِمْ وَلَغَطِهِمْ»

(اس روایت میں بھی) وہی بات ہے کوئی نیا لفظ نہیں ہے۔

ساتویں روایت:

بخاری جلد ثانی صفحہ ۱۰۹۵ (مطبوعہ قدیمی کراچی)

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا حُضِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَفِي البَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ، قَالَ: «هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ» ، قَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ القُرْآنُ فَحَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ البَيْتِ وَاخْتَصَمُوا، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالِاخْتِلاَفَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «قُومُوا عَنِّي» ، قَالَ عُبَيْدُ اللهِ، فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: «إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الكِتَابَ مِنَ اخْتِلاَفِهِمْ وَلَغَطِهِمْ»

یہ ساری روایت (اوپر) ہو چکی ہے۔

حدیث قرطاس کا مخاطب کون؟

نبی پاک ﷺ نے یہ فرمایا کہ لاؤ یہ لکھو اور فرمایا تھا جب **اشتد برسول اللہ** ﷺ وجعہ جب آپ ﷺ بہت سخت تکلیف میں تھے اس وقت فرمایا جب آپ کو تکلیف بہت تھی اور دن کیا تھا جمعرات کا، اب آپ ﷺ نے جب یہ فرمایا آپ ﷺ خود لکھا نہیں کرتے تھے بلکہ لکھوایا کرتے تھے تو لکھ دوں کا مطلب بھی یہی ہے کہ لکھوا دوں۔ فرمایا کہاں؟ اپنے گھر میں۔ جب تکلیف تھی تو آپ کہاں تھے؟

اپنے گھر میں۔ تو وہاں موجود تھے اس وقت مرد، کئی مرد موجود تھے اس کا مطلب ہے حالت پردے کی تھی اور جب آپ ﷺ نے فرمایا تو لفظ جمع فرمایا ایتونی بکتاب اکتب لکم سب کو فرمایا کسی خاص ایک آدمی کو نہیں فرمایا اب اس کا مصداق مخاطب اصلی کون بنتا ہے؟ فرما تو دیا سب کو لیکن یہ سب سے زیادہ حق کس پر بنتا تھا؟ کہ جس کا لکھنا لکھانا کام ہو اور گھر بھی قریب ہو یا خود گھر کا فرد ہو یا اہلبیت ہو یا قریب البیت ہو۔ آپ ﷺ نے جب حکم فرمایا اپنے گھر میں ہے اب گھر میں جب مہمان بھی آئے ہوئے ہوں کوئی کام کہا جائے تو حکم گھر والوں کو ہوتا ہے یا مہمانوں کو؟ تو حکم اہلبیت کو ہے یا دوسروں کو؟ (اہلبیت کو) اب جتنے حضار البیت (گھر میں موجود افراد) ہیں ان میں سے اس کا سب سے بڑا مخاطب کون بنتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ کیونکہ وہ من اھلبیت بھی، قریب البیت بھی، عمر میں چھوٹے بھی، لکھنے پڑھنے کا کام کرنے والے بھی، اس وقت اٹھنا چاہیے تھا کس کو؟ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کو) حضرت علیؓ نہیں اٹھے تو کسی نے کہا کہ اٹھو جاؤ بھائی لاؤ نا، وہ نہیں اٹھے اب حضرت عمرؓ اس کا مصداق نہیں تھے کیونکہ اس کا گھر وہاں نہیں تھا اور نہ ان کے ذمہ یہ کام تھا انہوں نے حضرت علیؓ کی وکالت کی کہ بھائی اگر جوان نہیں اٹھ رہا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کو تکلیف ہے اس وقت نبی پاک ﷺ کو مزید تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے؟ اور آپ کو قرآن کریم آپ ﷺ نے پہنچا دیا ہے اس میں سب کچھ ہے کافی ہے۔

لفظ اَھَجَرَ کی معنیٰ اور حقیقت

یہاں پر اگر وہ لفظ **اَھَجَرَ** آرہا ہے کہیں تو ھمزہ الف **استفھامی** بلکل ظاہر ہے **اَھَجَرَ** ہجرت **من الدنیا** مقصود ہے، کیا آپ جا رہے ہیں؟ ایسی باتیں جو ہو رہی ہیں کہ کسی نے کہا تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے اگر کہیں بغیر ھمزہ (الف) کے بھی ہوں تب بھی ھمزہ مقدر رہے ہی ہے۔

جس طرح ''اِنَّكَ لَانْتَ يوسف'' ''أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ'' (سورۃ یوسف ۹۰)
''إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً''(سورۃ الاعراف ۸۱) ''أَإِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ''(سورۃ نمل ۵۵)

وہاں بھی ہمزہ (الف) مقدر ہے۔ ''إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً'' اگر ہمزہ نہ بھی ہو تو ہمزہ مقدر ہے ہی ہے اور **استفهام** انکاری۔ اگر (**اَهَجَرَ** کی) معنٰی ہے **هجرت مِنَ الدُّنيا** (کیا چھوڑ رہے ہیں؟) تو پھر سیدھی سی بات ہے، نہ پھر سوال ہے نہ ہی جواب۔ لیکن ایک اور معنٰی وہ بے فائدہ بولنے والا، اور وہ مراد ہو تو استفہام انکاری کے ساتھ۔ کیا رسول اللہ ﷺ ویسے ہی بول رہے ہیں؟ آپ جو نہیں لا رہے ہیں نہیں لکھوا رہے ہیں کیا رسول اللہ ﷺ ویسے ہی بول رہے ہیں تو یہ استفہام ہے انکاری یعنی آپ ﷺ بے مقصد نہیں بول رہے لیکن یہ کیا نبی پاک ﷺ ویسے ہی بول رہے ہیں یہ کہے گا کون؟ جو لکھوانے کے حق میں ہے یا نہ لکھوانے کے حق میں؟ جو لکھوانا چاہتا ہے وہ بولے گا اور یہ ہے بھی **استفهام** انکاری کہ آپ ﷺ ویسے نہیں بول رہے کیونکہ اس کے بعد **استفهموه** کا لفظ ہے کہ پوچھ لو آپ ﷺ سے اگر یہ **استفهام** انکاری نہ ہو اور اثبات کہا جائے کہ آپ ﷺ ویسے ہی بول رہے ہیں تو پھر **استفهموه** کیوں ہوتا پھر تو **اُتْرُكُوْ** ہوتا۔ کیونکہ جس آدمی کو بولنے کا پتہ ہی نہیں چلے اسے پوچھا جاتا ہے یا اس چھوڑا جاتا ہے؟ (چھوڑا جاتا ہے) پوچھا تو اس سے جاتا ہے جو سوچ سمجھ کے بولتا ہے تو کیا آپ ﷺ ویسے ہی بات کر رہے ہیں؟ **استفهموه** پوچھ لیجیے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ ویسے نہیں بول رہے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ **استفهموه** کا لفظ ہے وہ مضبوط قرینہ ہے اس بات پر کہ **اَهَجَرَ** کا معنٰی ہی ہجرت من الدنیا ہے۔ کیا آپ ﷺ جا رہے ہیں؟ پوچھ لو آپ ﷺ سے۔

حدیث قرطاس اور فضائل حضرت عمرؓ

یہ جمعرات کا واقعہ ہے آپ ﷺ اس کے بعد پیر کے دن تک موجود ہیں اس وقت باتیں ہونے لگیں تو آپ ﷺ نے فرمایا بس ٹھیک ہے چھوڑ دو۔ اور تین

باتیں جو ہیں ان کی وصیت فرمادی۔ مشرکین کو نکال دو، وفود کا اکرام کیا کرو اور تیسری بات راوی کو یاد نہیں رہی آپ ﷺ اس کے بعد پیر تک نہ لکھوایا کچھ بھی، اور نہ حضرت علیؓ نے بعد میں ہی کوئی کاغذ قلم لائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح کئی مشورے حضرت عمرؓ کی حیثیت سے جن پر موافقت ہوئی ہو اور وحی آئی اسی طرح یہ بھی لکھنا ہے یا نہیں لکھنا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضرت علیؓ کی تائید کی، اور کہا کہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ دو یہ موافقات میں سے ایک چیز ہو گئی۔ بعد میں پھر نبی کریم ﷺ نے نہیں لکھوایا ورنہ یہ ہو ہی نہیں سکتا تو اللہ تعالیٰ کا حکم تو ہو کہ لکھوادو اور آپ ﷺ نہ لکھوائیں یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے یہ چیز تو فضائل عمرؓ میں ہے یہ تو موافقات عمرؓ میں ہے اور ہوا بھی یہ کہ حضرت علیؓ کا فرض بنتا تھا کہ وہ کاغذ قلم لاتے اگر حضور ﷺ کا حکم تھا یہ حصہ علیؓ کا تھا حضرت علیؓ نے وہ کام کیا نہیں تو اس کا دفاع حضرت عمرؓ نے کیا ہے لیکن اب شیعوں نے اس حدیث کو آڑ بنا کر خمینی نے حضرت عمرؓ کی تکفیر کی ہے کشف اسرار میں اور بھی بہت ساری کتابیں لکھ ڈالی اور تقریباً مطاعن کی ہر کتاب میں شیعوں نے حضرت عمرؓ کو گالیاں دی ہیں اس روایت کو آڑ بنا کر۔ اور الزام کیا لگاتے ہیں کہ وحی کو رد کیا قول پیغمبر ﷺ کو رد کیا رسول پاک ﷺ کی طرف ہذیان کی نسبت کی یعنی فضول وہ بے مقصد بولنے کی، بے ہوشی میں بولنے کی، اور امت کو بڑے فائدے سے محروم کر دیا۔ نبی پاک ﷺ کے سامنے آواز بلند کر کے بڑی بے ادبی کر دی۔ نبی پاک ﷺ نے ان کو [**قوموا عنی**] کہہ کر نکال دیا گویا یہ [**اخرج فانك رجيم**] والی آیت یہاں فٹ کرتے ہیں۔

نبی ﷺ کا حکم وجوبی تھا یا نہیں؟

پہلے تو یہ اجمالی بات سمجھیں کہ **ایتونی** کا حکم ہے وہ بھی جمع ہے اس کے مخاطبین سب ہیں جن میں جس طرح حضرت عمرؓ ہیں اسی طرح حضرت عباسؓ ہیں

اسی طرح حضرت علیؓ ہیں جس طرح حکم کاغذ لانے کا سب کو ہے کوئی بھی تو نہیں لایا، وجہ کچھ بھی ہو لیکن اس پر عمل تو کسی نے بھی نہیں کیا اگر یہ نبی ﷺ کے حکم کے باوجود نہیں لائے تو سب نہیں لائے جو لانے کے حق میں نہیں تھے وہ بھی نہیں لائے اور جو لانے کے حق میں تھے وہ بھی نہیں لائے یہ بھی تو اوروں کو کہتے رہے خود کیوں نہیں لائے؟ تو اب دو گروہ ہوئے ایک وہ جو لانا، لکھوانا ضروری سمجھتے ہی نہیں اور نبی اکرم ﷺ کے حکم کو امر وجوبی نہیں سمجھتے تھے بلکہ شفقت سمجھتے تھے ایک گروہ یہ ہوا۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو لانے پر زور دے رہے تھے یعنی حضور ﷺ کے حکم کو امر وجوبی سمجھتے تھے پھر اوروں کو تو کہتے رہے لاؤ لاؤ، عمل خود بھی نہیں کیا۔ تو نہ لانے والا ایک طعن سب پر مشترک ہے لیکن ایک وہ ہے جو سمجھتا ہے کہ یہ حکم امر وجوبی نہیں ہے اور ایک دوسرا گروہ ہے جو سمجھتا ہے کہ یہ حکم امر وجوبی ہے پھر بھی وہ کام نہیں کرتا تو طعن کس پر بنتا ہے؟ (دوسرے گروہ پر) پھر اگر نہیں لائے تو کیوں نہیں لائے رسول اللہ ﷺ کا تو حکم تھا نہیں لائے تو کیوں نہیں لائے کہ جی عمرؓ کے روکنے کی وجہ سے۔ یہ طعن ایک اور بنا کہ نبی پاک ﷺ کے حکم کے مقابلے میں کسی اور کا حکم مانا، تو لانے کا حکم سب کو ہے اگر اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہونگے تو پھر سب گنہگار ہونگے اور جو لانا ضروری سمجھتے تھے وہ زیادہ گنہگار ہونگے اور جو لانا ضروری نہیں سمجھتے تھے ان کا اجتہاد یہ تھا کہ یہ حکم وجوبی نہیں ہے تو وہ گنہگار بھی نہیں ہیں۔ لیکن اگر آپ باوجود اس کے بھی گنہگار کہیں تو وہ جو واجب سمجھتے ہیں وہ ڈبل گنہگار ہونگے۔ آپ ان کا دفاع کر لیں ہم اُن کا دفاع کر لیں گے کیونکہ حضرت عمرؓ تو ادھر ہیں نا جو لانا ضروری نہیں سمجھتے تھے ان کا اجتہاد تو یہ تھا پھر **[قوموا عنی]** میرے یہاں سے اٹھ جاؤ یا مجھے چھوڑو، اگر اس پر پڑتے ہو کہ نعوذ باللہ اسی طرح ہے اخرج فانک رجیم نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ اگر یہ اس پر فٹ کرتے ہو تو حضور کریم ﷺ نے نکال دیا تو وہاں بھی صیغہ واحد نہیں ہے اور نہ یہ کہا کہ یہ بیٹھا رہے باقی چلے جاؤ۔ نکالا تو سب کو اگر اس کو نکالا کہتے ہو اس سے کسی کا مردود بننا کہتے

ہو تو پھر یہ الزام بھی سب پر آئیگا تو جو باہر کے آئے تھے ان کا چلا جانا ایک خود جو گھر کے فرد تھے ان کو بھی نکال دیا تو زیادہ طعن کن پر بنے گا باہر والوں پر یا اہلبیت پر؟ اہلبیت کی صفائی تم دے دو، ان کی صفائی ہم دے دیں گے۔

تو نبی پاک ﷺ کا یہ عمل وجوبی تھا یا نہیں تھا؟ آپ کیا کہتے ہیں؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ وجوبی نہیں تھا تو کوئی گنہگار نہیں اگر آپ کہتے ہیں وجوبی تھا تو سب گنہگار ہیں تم ان کی صفائی دے دو، ہم ان کی دے دیں گے۔ تو اتنی سی بات پر بھی مسئلہ ختم ہے اگر زیادہ بات یاد نہ بھی رہے بھائی ایتونی اور [**قوموا عنی**] امر وجوبی ہے کہ نہیں؟ پہلے کہے گا کہ وجوبی ہے تو عمل کتنوں نے کیا؟! اگر گنہگار ہیں تو سب ہیں تو تم اہلبیت کی صفائی دے دو ہم مہمانوں کی دے دیں گے۔ مہمانوں کو تو ویسے ہی جانا تھا لیکن جن کو جانا ہی نہیں تھا ان کو کیوں نکالا؟ [**ایتونی**] کا حکم سب کو ہے۔ اب دو گروہ ہو نگے ایک گروہ نے کہا ضروری نہیں ایک نے کہا ضروری ہے جنہوں نے ضروری نہیں سمجھا اگر تم ان کو بھی گنہگار کہتے ہو انہوں نے تو اس لئے عمل نہیں کیا کہ اسے ضروری نہیں سمجھا لیکن جنہوں نے ضروری سمجھا پھر بھی عمل نہیں کیا اس دن بھی نہ کیا اور پانچ دن تک بعد میں بھی نہ کیا ان کے لئے کیا کہو گے؟ ان کی صفائی تم دے دو، ان کی ہم دے دیں گے۔

دیکھو کبھی یوں ہوتا ہے کہ حکیم طبیب خود بیمار ہوتا ہے اس کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ کسی مریض کو نسخہ بتا دیتا ہے کہ بیٹا یہ یہ دو تین دوائیاں ہیں یہ کھالو ٹھیک ہو جاؤ گے۔ اچھا یہ آپ کو لکھ دیتا ہوں کاغذ لاؤ قلم لاؤ لکھ دوں۔ اب یہ مریض کہہ دیتا ہے کہ آپ نے بتا دیا مجھے یاد رہے گا بس آپ تکلیف نہ کریں، لکھنے کی تکلیف نہ کریں، لکھوانے کی تکلیف نہ کریں، کاغذ قلم منگوانے کی تکلیف نہ کریں۔ بس مہربانی مجھے یاد رہے گا، تو آپ کیا کہیں گے کہ یہ مریض بے ادب ہیں۔ اس ڈاکٹر صاحب نے حکیم صاحب نے کہا کہ میں لکھوا دوں؟ یہ کہتا ہے کہ نہ لکھوا دو، کیا بے ادب اس کو کہو گے؟ (نہیں)۔ اُس نے رد کیا، بھائی یہ رد نہیں اس کو کہتے ہیں ترجیح۔ اگلے کو

آرام دینا مقصود ہوتا ہے ظاہر ہے لکھوانے کی ضرورت نہیں اتنے لوگ بیٹھے ہیں آپ کچھ فرمادیں تو ہم یاد کرلیں گے، اگرایسی کوئی بات ہے تو، دین کامل ہو چکا ہے نئی بات ہو نہیں سکتی تو انہوں نے ترجیح کی ہے یارد حکم کیا ہے؟ ترجیح کو رد حکم کہنا یہ ظلم نہیں؟

نبی ﷺ کیا لکھواتے؟

اچھا آپ ویسے Fresh mind فریش مائینڈ ہو کر سوچیں کہ اگر اس وقت نبی پاک ﷺ لکھواتے تو کیا ہوتا،

جو کچھ پہلے فرما چکے تھے اس کو منسوخ کرتے؟

یا اس کا تاکید ہوتا؟

یا نئی چیز ہوتی؟

کوئی نئی چیز ہوتی یا حکم سابق کو منسوخ کرتے، اس کے سوا کوئی اور صورت ہے ہی نہیں یا نئی چیز ہوتی یا حکم سابق منسوخ ہوتا یا تاکید ہوتا۔

تو اگر نئی چیز ہوتی تو [**اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ**] کیسے، اس لئے یہ تو ممکن ہی نہیں کہ نئی چیز ہو۔ کیونکہ دین کامل ہو چکا ہے۔

نسخ بھی ممکن نہیں کیونکہ دین کامل ہے۔

باقی بچی بات تاکید کی کہ پچھلی بات کی تاکید ہوتی جو فرمائی ہوئی ہو۔ پہلے سے تو شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی خلافت لکھوانے چاہتے تھے تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا وہ تاکید "**من کنت مولیٰ**" غدیر خم میں ہزاروں لوگوں کے سامنے جو حکم تھا اس سے زیادہ ہوتی؟ اتنے بڑے مجمعے میں جو جا کر اعلان کیا تھا، کیا اس سے زیادہ تاکید ہوتا؟ اگر اس کا اثر نہیں ہوا تو اس کا کیا ہوتا۔ اس لئے آپ کے کام کی کوئی چیز نہیں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حضرت علیؓ کی خلافت لکھواتے، کیونکہ اگر ان کی خلافت لکھواتے تو کم از کم مصلیٰ تو ان کے حوالے کرتے، بعد میں چلو مصلیٰ تو

ان کے حوالے کرتے۔ کل جیسے اعلان کیا بقول آپ کے مولیٰ ہونے کا، تو آپ ان کی امامت کا حکم تو فرماتے، پھر کوئی پیچھے کھڑا ہوتا نہ ہوتا دیکھتے، اختلاف ہوتا نہ ہوتا دیکھتے۔ حضرت ﷺ نے حکم ہی نہیں فرمایا۔ حکم ہی حضرت ابو بکرؓ کو فرمایا کہ جا کر میرا مصلیٰ سنبھال۔ اس لئے آپ کا جو وسوسہ ہے وہ فضول ہے۔

تو ایک حاشیہ پڑھ لیں صفحہ ۲۲ والا باقی اس کو آگے دیکھتے ہیں۔

[**قوله غلبه الوجع اے فیشق علیه املاء الکتاب**] آپ کو لکھوانا مشکل ہو گا اس لئے آپ کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے بظاہر تو لگتا ہے کہ سارے حکم مانتے لیکن حضرت عمرؓ کی یہ بات ظاہر ہوئی کچھ اور جماعت کے ساتھ کہ [**لیس علی الوجوب**] یہ حکم وجوبی نہیں ہے [**و انه من باب الارشاد**] اور آپ نے پسند بھی کیا کہ آپ کو تکلیف نہ دینا۔ بلکل اسی حالت میں نبی کریم ﷺ کو ویسے ہی تکلیف تھی اور ان پر یہ قول اللہ تعالیٰ کا [**مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ**] (سورۃ انعام آیت ۳۸) (ہم نے نہیں چھوڑی لکھنے میں کوئی چیز) اس لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا [**حَسْبُنَا كِتَاب الله وظهر لطائفة اخرىٰ ان الاولىٰ ان يكتب لما فيه من امتثال**] دوسری جماعت نے کہا، دو جماعتیں تھی نا، ایک جماعت نے یہ سمجھا [**مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ**] اور **تبیانا کل شئ** [**اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ**] دین کامل مکمل ہو چکا اور قرآن میں سب کچھ ہے تو آپ ﷺ کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے۔ اور دوسری جماعت نے یہ کہا کہ لکھوانا اچھا ہے آپ ﷺ کا حکم یہ امر امتثال دین ہے [**وَمَا ينفمنهٗ مِنْ زِيَادَةِ الْاِيْضَاحِ وَدَلَّ اَمرهٗ ﷺ قُومُوا عَنِّيْ**] آخر میں یہ فرمانا کہ آپ اٹھ جائیں [**اَنَّ امر اول كان على الاختيار اے دون الوجوب**]

نبی ﷺ کا حکم وجوبی نہیں تھا

تو آپ ﷺ کا نہ لکھوانا، رہنے دیں بس چلے جائیں، تو اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ حکم امر وجوبی نہیں تھا آپ ﷺ اس کے بعد کئی دن رہے، پیر تک، پھر آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم کبھی نہیں فرمایا اور واجب ہوتا تو [بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ] (سورۃ مائدہ آیت ٦٧) نبی پر فرض ہے کہ ان کے اختلاف کی وجہ سے نبی اسے چھوڑ نہ دے پہنچا دیتے۔ [لانہ لم یترك التبلیغ لمخالفة من خالف وقد عد هٰذا من موافقة عمر] (حاشیہ ۵ بخاری جلد اول صفحہ ۲۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کی مخالفت کی وجہ سے تبلیغ کو چھوڑا نہیں ہے یہ بھی اگر اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اگر پہنچانا تھا تو کسی کی مخالفت کی وجہ سے نہ چھوڑتے۔ لہٰذا یہ جو واقعہ ہے یہ جو امر ہے حضرت عمرؓ کی موافقات میں سے لیا گیا ہے کہ جیسے بدر کے قیدیوں کے متعلق وحی ان کی موافقت میں آئی ہے اسی طرح یہاں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راء تبدیل ہو کر ان کی موافقت ہو گئی، حضرت عمرؓ کی بات ٹھیک ہے۔

باقی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا [اكتب] لکھ دوں اس کا مطلب ہے لکھوا دوں، اب بھی کئی آدمی ہوتے ہیں جو بلکل ان پڑھ ہوتے ہیں کہتے ہیں جی یہ چیز اس کو لکھ دیتا ہوں، وہ گھر اس کو لکھ دیتا ہوں وہ زمین اس کو لکھ دیتا ہوں تو اس کا مطلب کیا ہے کہ دستاویز دے دیتا ہوں کہ لکھوا دیتا ہوں۔ لکھنا کیا تھا کہ احکام صاف لکھ دیتے۔

حدیث قرطاس اور سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت

بعضوں نے کہا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ تھا اپنے بعض خلفاء کے نام لکھوا دیتے اور اس کی تائید بھی ہے وہ روایت جو مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلفاء ہی کے معاملے میں لکھوانا چاہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوائل مرض میں، کہ یہ بات پیش آئی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا [ادْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ، أَبَاكِ، وَأَخَاكِ] سیدہ عائشہؓ کے بھانجے حضرت عروہؓ سے روایت وہ سیدہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں [عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي مَرَضِهِ ادْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ، أَبَاكِ، وَأَخَاكِ، حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابًا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولُ قَائِلٌ: أَنَا أَوْلَى، وَيَأْبَى اللهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ]

(صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۷۳) اپنے والد ابو بکرؓ کو اور اپنے بھائی کو بلالو تا کہ لکھ دوں میں تحریر ان کے لئے چونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا نہ کرے یا کوئی کہنے والا یہ نہ کہے [أَنَا أَوْلَى] میں زیادہ حقدار ہوں۔ لیکن پھر فرمایا [يَأْبَى اللهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ] کہ اللہ بھی انکار کرے گا مؤمنین بھی انکار کریں گے، ابو بکرؓ کے سوا کسی اور کو قبول نہیں کریں گے لہٰذا لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ [لَقَدْ هَمَمْتُ] نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں نے ارادہ کیا [أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ وَأَعْهَدَ] میں ابو بکرؓ اور اس کے بیٹے کو بلالوں اور دستاویز دوں وصیت کر دوں خلافت کی [أَنْ يَقُولَ: الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ، ثُمَّ قُلْتُ: يَأْبَى اللهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ، ـ أَوْ يَدْفَعُ اللهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ] (صحيح البخاري ٧ / ١١٩) کہنے والے کہیں نا، تمنا کرنے والے کہیں تمنا نہ کریں، [ثُمَّ قُلْتُ] پھر میں نے کہا [يَأْبَى اللهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ] کہ اللہ کرنے نہیں دیگا اور مؤمنین اس کو قبول نہیں کریں گے کسی اور کو نہ اللہ قبول کرے گا نہ مؤمنین قبول کریں گے کہ کیا ضرورت ہے، پھر نہیں لکھوایا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر لکھواتے بھی تو کیا لکھواتے؟ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت، اس پر قرینہ بھی موجود ہے کہ جمعرات کی شام کو اپنا مصلیٰ بھی ابو بکرؓ کو دیدیا۔ جمعرات کی یہ بات ہوئی مغرب کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عشاء کی نماز ابو بکر صدیقؓ سے پڑھائی پھر جمع کا خطبہ بھی دلوایا جمع کی ساری نمازیں بھی، پھر ہفتہ کی ساری نمازیں بھی، پھر اتوار کی ساری نمازیں بھی، پیر کی فجر نماز پڑھا کے پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحلت ہوئی، تو اس کی تو تائید بھی موجود ہے۔

حدیث قرطاس اور حضرت علیؓ

حضرت علیؓ کے لئے تو خلافت لکھوا دینا کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کوئی امکان بھی کسی کونے میں نہیں ہے جبکہ خود سورۃ آلعمران کی تفسیر میں شیعوں کی تفسیر فرات (تفسير فرات الكوفي ٦/ ٢١) میں [ليس لك من الامر شيء] کی تفسیر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چاہا کہ آپ کے بعد خلیفہ حضرت علیؓ بنے لیکن اللہ

تعالیٰ نے انکار کر دیا کہ علیؑ نہیں، [لیس لك من الامرشئ] اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آپ کا کام نہیں ہم جس کو چاہیں اس کو بنائیں، تو جب اللہ نے انکار کر دیا پہلے سے تو پھر کیوں حضرت علیؑ کو لکھ کر دیتے اور ظاہر ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا آخر مصلیٰ بھی نہیں دیا اور ترجمہ مقبول میں اور تفسیر قمی میں ایک جگہ پر نہیں کئی جگہوں پر انہوں نے خود لکھا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ حفصہ بنت عمرؓ سے یعنی اپنی بی بی سے فرمایا [اِنَّ ابابکر یلی الخلافة بعدی ثم من بعدہ ابوك] (تفسیر القمی ج ۲ ص ۳۷۶) [وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا] (سورۃ تحریم آیت ۳) سورہ تحریم کی اس آیت پر لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی بیٹی سے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بی بی تھی اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلادیا تھا کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکرؓ ہو گا اس کے بعد تیرا والد ہو گا۔ یہ تو معاملہ روایت کی حد تک صاف ہو گیا۔

تفصیلی اخراج اور تفصیلی بیان کی طرف جا رہے ہیں، کہ اجمالی تو ہو گیا نا۔ کہ اگر بھائی ہیں تو سب کا ہے ورنہ کسی کا بھی نہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کو رد کیا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول وحی ہے وحی کو رد کیا۔

پہلی بات یہ رد ہی نہیں ہے اگر عمل نہ کرنا رد ہے پھر تم خود پھنسو گے، یہ رد نہیں ہے بلکہ ترجیح ہے جو میں نے پہلے عرض کیا تھا۔ ترجیح کو رد کہنا ہی غلط ہے بلکہ اس سے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آرام پہنچانا مقصود تھا وہ تو تعظیم ہے وہ تو بے ادبی نہیں ہے، جس طرح میں نے عرض کیا کہ طبیب اگر نسخہ لکھ دینا چاہے اور اسے تکلیف بھی ہو اور اسے کہہ دیا جائے کہ آپ نہ لکھیں ہمیں یاد رہے گا تو اس میں خود اس کی تعظیم ہے، اسے تکلیف سے بچانا ہے۔ اس کو رد کہتے ہی نہیں۔

صلح حدیبیہ اور حضرت علیؓ

اور اگر جس بات پر بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہو اور عمل نہ کیا اگلے نے، آپ اس کو رد ہی کہیں گے؟ تو اسی طرح حضرت علیؓ کے متعلق کیا جواب دیں گے۔

جب حضرت علیؓ نے نبی پاک ﷺ کا وہ حکم پورا نہیں کیا جب صلح حدیبیہ لکھتے وقت کافروں نے اعتراض کیا تھا کہ رسول اللہ کا لفظ ہم برداشت نہیں کریں گے، وہ روایت یہ ہے:

[فَلَمَّا كَتَبُوا الكِتَابَ، كَتَبُوا هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَقَالُوا: لاَ نُقِرُّ بِهَا، فَلَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ مَا مَنَعْنَاكَ، لَكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: «أَنَا رَسُولُ اللَّهِ، وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ» ، ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ: «امْحُ رَسُولَ اللَّهِ» ، قَالَ: لاَ وَاللَّهِ لاَ أَمْحُوكَ أَبَدًا، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الكِتَابَ، فَكَتَبَ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ] (بخاری جلد ثانی صفحہ ٦١٠)

(ترجمہ: جب صلح نامہ لکھنے لگے تو اس کے شروع میں لکھا کہ وہ صلح نامہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول راضی ہوئے مکہ والوں نے کہا کہ ہم تو اس کا اقرار نہیں کرتے ہیں، اگر ہم جانتے کہ تم اللہ کے رسول ہو تو ہم تم کو نہیں روکتے بلکہ تم تو محمد بن عبداللہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور عبداللہ کا بیٹا ہوں پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا رسول اللہ کا لفظ مٹا دو انہوں نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں کبھی نہیں اس کو مٹاؤں گا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کاغذ اپنے ہاتھ میں لیا اور لکھوایا ھذا ما قاضی علیہ محمد بن عبداللہ)

جبکہ حضرت علیؓ لکھ چکے تھے کاتب وہ تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا [**اُمح رسول اللہ**] اُمح سیدھا حکم ہے اور صیغہ واحد ہے اور حضرت علیؓ ہی کو ہے اُمح (مٹادو) اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں [**لاَ وَاللَّهِ لاَ أَمْحُوكَ أَبَدًا**] اللہ کی قسم! میں تو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ اور اگر کہو گے کہ کتاب ہے سنیوں کی تو (یہ شیعوں کی کتاب) حملہ حیدری ہے جس میں یہ پورا واقعہ ہے صلح حدیبیہ والا، اس کا عنوان ہے کہ حضرت علیؓ کا صلح نامہ حدیبیہ والا لکھنا اور مشرکین کا جھگڑا کرنا۔ تو اس میں لکھتے ہیں کہ جب یہ لکھ دیا گیا تو کافروں نے اعتراض کیا انہوں نے کہا کہ اسے رسول اللہ کیوں لکھ رہے ہو محمد رسول اللہ کیوں لکھ رہے ہو، محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ اس پر جھگڑا

ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے ان کو سنائی۔ بھر حال نبی پاک ﷺ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ بہت جوش میں اور غضبناک ہیں تو یہ سارا صلح اور معاہدہ اِدھر اُدھر ہو جائیگا، نبی پاک ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے حضرت علیؓ سے کہا کہ ان کی غلط بات ہے اگرچہ یہ اعتراض غلط ہے لیکن مجھے قبول ہے یہ بات بھی اور آپ یہ رسول کا لفظ مٹادیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ آپ کا حکم اللہ کا حکم ہے، حکم تو پروردگار کا ہے لیکن اس کے باوجود میں نہیں مٹا سکتا۔ دونوں باتیں ہوئیں حکم بھی اللہ کا ہے لیکن میں مٹا نہیں سکتا، مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ (حملہ حیدری ص ۱۲۷) تو جناب یہ حملہ حیدری ہے اس نے ایک قدم اور آگے کر دیا۔ بخاری میں تو صرف یہ تھا کہ میں نہیں مٹا سکتا۔ لیکن یہاں تو یہ کہا ہے کہ آپ ﷺ کا حکم خدا کا حکم ہے لیکن میں نہیں کر سکتا مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ ہم تو کہتے ہیں یہ حضرت علیؓ کی محبت تھی پیار تھا لیکن آپ جو کہہ رہے ہیں، نہیں! پیغمبر نے جو کہہ دیا، کرنا تھا۔ نہیں کیا تو بے ادب ہیں۔ تو بتائیں یہاں پر حکم بھی سیدھا سیدھا حضرت علیؓ کو ہے وہاں پر جمع کا لفظ تھا سب کو حکم تھا کسی خاص کو حکم نہیں تھا، یہاں تو سیدھا حکم ہی حضرت علیؓ کو ہے اور وہ کہہ بھی رہے ہیں کہ آپ کا حکم خدا کا حکم ہے لیکن عمل پھر بھی نہیں کر رہے ہیں، تو تم حضرت علیؓ پر کیا حکم لگاؤ گے۔

تہجد پڑھنے کا حکم حضرت علیؓ کو

تو اسی طرح نسائی شریف صفحہ ۲۳۹ اور بخاری شریف صفحہ ۱۵۲ پر نبی ﷺ تہجد کے لئے اٹھا رہے ہیں حضرت سیدنا زین العابدینؒ سے روایت ہے یعنی علی بن حسینؓ سے وہ ان کو بتا رہے ہیں حسینؓ بن علیؓ سے حضرت زین العابدین کی روایت حضرت حسینؓ سے اور حضرت حسینؓ کی حضرت علیؓ سے:

[أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا

فَانْصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذٰلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُولُ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا]

(بخاری جلد اول صفحہ ۱۵۲۔ سنن نسائی: جلد اول: صفحہ ۲۳۹)

(ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، تو فرمایا کہ تم دونوں نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں جب وہ ہمیں اٹھانا چاہے گا تو ہم اٹھیں گے، جب ہم لوگوں نے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوٹ گئے اور ہم لوگوں کی طرف کچھ بھی متوجہ نہ ہوئے پھر میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیٹھ پھیر رہے تھے ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔)

نبی پاک ﷺ رات کے وقت گھر میں آئے۔ رات کو دیکھتے تھے فرمایا [**أَلَا تُصَلِّيَانِ**] نماز نہیں پڑھ رہے ہو؟ [**فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذٰلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ**] نبی ﷺ تشریف لے گئے، مجھے کچھ نہ کہا جواب پر، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا نماز نہیں پڑھتے؟ تو میں نے کہا اللہ کے ہاتھ میں ہے جب چاہے اٹھادے اس نے نہیں اٹھایا تو ہم کیا کریں۔ تو پھر فرمایا مجھے تو کچھ نہ کہا، جا رہے تھے [**يَضْرِبُ فَخِذَهُ**] نبی ﷺ ران پر ہاتھ لگاتے ہوئے کہہ رہے ہیں [**وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا**] (انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے) تو اب یہ بتائیں نبی پاک ﷺ کو یہ جواب پسند آیا؟ (نہیں)۔ یہاں تو امر نہیں ہے نسائی شریف میں بھی صیغہ امر ہے۔ نسائی شریف صفحہ ۲۳۹ پر ہے یہ حضرت زین العابدین ہے یہ حضرت حسینؓ سے وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں:

[قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى فَاطِمَةَ مِنَ اللَّيْلِ فَأَيْقَظَنَا لِلصَّلَاةِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ فَصَلَّى هَوِيًّا مِنَ اللَّيْلِ فَلَمْ يَسْمَعْ لَنَا حِسًّا فَرَجَعَ إِلَيْنَا فَأَيْقَظَنَا

فَقَالَ قُومَا فَصَلِّيَا قَالَ فَجَلَسْتُ وَأَنَا أَعْرُكُ عَيْنِي وَأَقُولُ إِنَّا وَاللهِ مَا نُصَلِّي إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَنَا إِنَّمَا أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللهِ فَإِنْ شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا قَالَ فَوَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ وَيَضْرِبُ بِيَدِهِ عَلَى فَخِذِهِ مَا نُصَلِّي إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَنَا وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا]

حضور ﷺ نے آکر ہمیں اٹھایا نماز کے لئے، پھر آپ چلے گئے واپس گھر، جاکر نماز پڑھی تو ادھر سے کوئی آواز نہیں آئی اٹھنے کی وضو کرنے کی، ہمیں اٹھایا چلو چلو تہجد پڑھو پھر آپ ﷺ چلے گئے، آپ ﷺ نے کچھ نماز پڑھی پھر ادھر سے کوئی آواز نہیں آئی، پھر واپس آئے تو ہمیں جگایا اٹھو اٹھو نماز پڑھو، اس کا مطلب ہے تہجد کے لئے بھی اٹھنا سنت ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ : [فَجَلَسْتُ وَأَنَا أَعْرُكُ عَيْنِي] میں اٹھا اور آنکھیں مسل رہا اور آنکھیں مل رہا [وَأَقُولُ إِنَّا وَاللهِ مَا نُصَلِّي إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَنَا] ہم نے کہا ہم نہیں پڑھ سکتے، ہاں جو اللہ نے مقدر کیا وہ پڑھیں گے۔ آپ ترجمہ کریں گے یہ کہ جو اللہ نے فرض کیا وہ پڑھیں گے۔ یہ نہیں ترجمہ کرنا جو اللہ نے فرض کیا۔ یہاں اگر روایت ہے [مَا كَتَبَ عَلَينا] پھر آپ والا ترجمہ بن سکتا ہے جو ہم پر فرض ہے بس وہ ہی پڑھیں گے۔ لیکن آگے جو روایت کے الفاظ ہیں [أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللهِ فَإِنْ شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا] یہ الفاظ اس پر قرینہ ہیں کہ نہیں فرض کے سوا پڑھنے سے انکار نہیں ہے لیکن یہ ہے کہ ہم نہیں پڑھ سکتے جب تک اللہ نہ چاہے، جو اللہ نے ہمارے لئے مقدر میں لکھا ہے وہ پڑھیں گے۔ بھرحال اب [وَاللهِ مَا نُصَلِّي إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَنَا] یا [کتب علینا] نبی ﷺ نے محسوس بھی فرمایا۔ [وَيَضْرِبُ بِيَدِهِ عَلَى فَخِذِهِ مَا نُصَلِّي إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَنَا وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا] تو اب بتائیں جناب حکم ہے اور حکم بھی خاص ہے اس کے باوجود جو جو جواب آپ یہاں دینگے ویسا ہی جواب ادھر سے مل جائیگا۔

ایک شخص کو قتل کرنے کا حکم

اسی طرح بی بی ماریہ قبطیہؓ کے پاس ان کا چچازاد بھائی ملنے آتا تھا۔ بی بی ماریہ قبطیہؓ کے پاس، تو لوگوں نے الٹی سیدھی باتیں کرنا شروع کر دی۔ کہ بھائی اس کے تعلقات میں گڑ بڑ ہے یہ ہے وہ ہے۔ نبی پاک ﷺ کو بھی جوش آگیا، آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو تلوار دے دی یہ شیعوں کی کتاب شریف مرتضیٰ کی درر والغرر میں ہے [**اکثر الناس علی ماریة القبطیة ام ابراهیم بن نبی ﷺ**] نبی پاک ﷺ کا بیٹا ابراہیمؓ جن کے بطن سے ہوا تھا وہ بی بی ماریہ ہے۔ [**فی ابن ام لها قبطیه کان یضورها ویختلف الیها**] جو ملنے آتا تھا بی بی کے پاس ان کا اپنا چچازاد بھائی تھا آپ ﷺ نے فرمایا [**خذها السیف والنطلق فان وجدته عندها فقتله**] نبی ﷺ نے تلوار دی حضرت علیؓ کو اور فرمایا اگر وہ وہاں ان کے پاس موجود ہو تو اس کو قتل کر دو۔ صاف حکم ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں گیا اور وہ سمجھ گیا کہ یہ مجھے مارنا چاہتے ہیں اور بھاگ گیا اور کھجور پر چڑھ گیا پھر اس نے اپنے آپ کو اوپر سے پھینک دیا تو جب نیچے گرا تو اس کی ٹانگیں اوپر ہو گئیں، شلوار کا زمانہ تو نہیں تھا حضرت علیؓ فرماتے ہیں وہ تو اس کے پاس تھا ہی نہیں [**لا قلیل ولا کثیر**] بلکل ہی نہیں تھا۔ کہتے ہیں میں نے تلوار میان میں ڈال دی، میں نبی پاک ﷺ کے پاس واپس آیا اور میں نے آکر بتادیا کہ حضرت آپ ﷺ نے مجھے اس کو قتل کرنے کے لئے بھیجا اس کے پاس کچھ ہی نہیں [**فقال الحمدلله الذی یصرف ان رجس اهل البیت**] کہ اللہ کا شکر ہے جو ہم اھلبیت سے پلیتی کو دور رکھتا ہے بی بی ماریہ پر جو الزام آرہا تھا وہ جھوٹا نکلا۔ اس سے پتا چلا کہ بی بی ماریہؓ اھلبیت میں سے ہیں۔ حالانکہ حضور ﷺ کی باندی تھی، اگر باندی اہلبیت میں ہے تو اصل بیبیاں اھلبیت میں کیوں نہیں؟ اور ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ عالم الغیب بھی نہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بات بھی واضح ہوئی کہ حضرت علیؓ کو سیدھا حکم فرمایا تھا **فقتله** تلوار دیکر

حکم فرمایا اس کو قتل کردو جا کر، پھر حضرت علیؓ نے قتل نہیں کیا اجتہاد کی بنا پر، جو وجہ تھی قتل کی وہ ہے نہیں تو اگر حضور ﷺ کا حکم ہے اور ہر حکم وحی ہے اور نہ عمل کرنے پر آپ اس کو نہ ماننا اور اس کو رد کرنا کہتے ہو تو حضرت علیؓ نے کیوں نہیں کیا؟ اس کو کیا ضرورت تھی دیکھتے پھریں، اس کو ہے یا نہیں؟۔ آپؓ کو تو قتل کرنے کا حکم تھا اس کو قتل کردیتے۔

حکم پر عمل نہ کرنے کا ایک اور واقعہ

یہ درر والغرر ہے شریف مرتضیٰ کی: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر اتنا فاقہ آیا ہے بچوں سمیت، بہت پریشان ہیں آخر نبی پاک ﷺ تشریف لے کر آئیں ہیں سیدہ فاطمہؓ کے پاس، سات درھم رسول اللہ ﷺ نے بی بی فاطمہؓ کو دیے ہیں کہ جب حضرت علیؓ آئیں تو انہیں یہ پیسے دیدینا سات درھم کہ وہ گھر والوں کے لئے کھانا لیکر آئیں۔ تو جب حضرت علیؓ آگئے گھر میں، تو آپ نے کہا گھر میں مجھے خوشبو آرہی ہے، کیا نبی پاک ﷺ ہو کر گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں آئے تھے اور آپ ﷺ کچھ دیکر گئے ہیں کہ آپ ہمارے لئے کھانا لیکر آئیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ٹھیک ہے مجھے دیدو، تو بی بی صاحبہؓ نے سات درھم دیدیے حضرت علیؓ نے لیے **[بسم اللہ والحمد للہ کثیرا طیباً ھٰذا من رزق اللہ عزو جل یا حسن قم معی]** حضرت حسنؓ کو بھی ساتھ لیا اللہ کا شکر کرتے ہوئے جارہے ہیں بازار میں آئے تو حضرت علیؓ نے دیکھا کہ وہاں ایک فقیر کھڑا مانگ رہا ہے تو آپؓ نے حضرت حسنؓ کو کہا کہ بیٹا اس کو دیدو سارے کے سارے درھم۔ حضرت علیؓ نے اس فقیر کو دلوادیے۔

یہ امالی شیخ صدوق ہے صفحہ ۴۷۰، اس پر بھی سوال اٹھتا ہے ایک تو یہ حضرت علیؓ کا مال نہیں تھا نبی ﷺ کا تھا اور اگر آگے چلو تو سیدہ فاطمہؓ کا تھا ان کا حق تھا حضرت علیؓ کو فقیر کو دینے کے لیے تو نہیں بھیجا تھا حضرت علیؓ کو تو دیا تھا کہ ہمارے لیے کھانا

لیکر آؤ بازار سے، ہم خود تو نہیں جائیں گے۔ وہ درھم جا کر فقیر کو دے آئے تو مال غیر میں بغیر اذن کے تصرف اور حقوق اعیال کا اتلاف۔ ان کو تو کما کر بھی کھلانا چاہیے۔ یہ نہیں کہ ان کا جو ہو وہ بھی اوروں کو دے آؤ۔ قطع رحمی ثابت ہوتی ہے۔ تو قطع رحمی اھل و عیال کے حقوق کا تلف کرنا مال غیر میں بغیر اذن کے تصرف کرنا مخالفت امر رسول، امر رسول کیا تھا کہ کھانا لے کر آؤ، یہ تو نہیں کہ فقیر کو دے آؤ۔ تو اس کو تم فضائل علیؓ میں گنتے ہو تو جو جواب آپ کا ہوگا اس سے بہتر جواب ہم ان شاء اللہ یہاں سے دیں گے۔ کہ رسول پاک ﷺ کا حکم ہے اور حکم بھی حضرت علیؓ کو ہے اس کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتے ایک دوسرا کام کرتے ہیں پھر بھی آپ اس کو فضائل علیؓ میں شمار کرتے ہیں تو جہاں حکم بھی عمومی ہو وہاں اگر اس پر عمل نہ ہو اور مقصد بھی رسول اللہ ﷺ کو آرام پہنچانا اور تکلیف سے بچانا اور بات بھی پہلے سے حاصل ہے تو وہاں کیوں وجہ طعن ہے۔ پھر ہر بات وحی نہیں ہے۔

ہر بات وحی نہیں ہے

[وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى] یہ امور دینیہ کے لیے اور خصوصاً قرآن کریم کے لیے ہے۔ کہ یہ جو فرما رہے ہیں یہ اپنی طرف سے نہیں بنا رہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وحی ہے وہ بتلا رہے ہیں لیکن اگر آپ کہیں کہ نہیں جناب ہر بات وحی ہوتی ہے تو پھر آیات عتاب کیوں ہیں۔ جن مقامات پر رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ نے یہ کیوں کیا؟ یہ کیوں کیا؟ یوں نہ کرتے، ان کو کیا کہو گے؟ وہ جو نازل ہوئی اگر پہلے جو کام کیا وحی سے کیا، تو اللہ نے یہ کیسے فرمادیا کہ یہ کیوں کر دیا؟ منافقین کو آپ نے اذن دے دیا جہاد پر نہ چلنے کا، اب یہ وحی سے دیا یا بغیر وحی کے دے دیا۔ اللہ نے بعد میں فرمادیا [عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ] اللہ نے آپ کو معاف کر دیا لیکن آپ نے ان کو اجازت دی کیوں؟ اگر وہ وحی سے تھا اللہ کے حکم سے تھا پھر اللہ نے یہ کیسے

فرما دیا [لِمَ اَذِنۡتَ لَهُمۡ] آپ نے انہیں اجازت کیوں دی؟ اس کا مطلب ہے کہ ہر بات وحی ہو، یہ نہیں ہے۔ بعض باتیں اجتہاد سے ہوتی ہیں [وَلَا تَكُنۡ لِّلۡخَآئِنِيۡنَ خَصِيۡمًا] کسی کے حق میں آپ فیصلا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ [وَلَا تَكُنۡ لِّلۡخَآئِنِيۡنَ خَصِيۡمًا] بدر کے قیدیوں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فدیہ لیتے ہیں [لَوۡلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمۡ فِيۡمَاۤ اَخَذۡتُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ] تو یہ آیات جو بتلا رہی ہیں کہ پہلا جو حکم تھا وہ اجتہاد سے تھا اسی طرح [وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ] حکم مشورہ جو ہے یہ بھی بتلا رہا ہے کہ کچھ چیزیں اجتہاد سے مشورہ سے طے ہوتی ہیں اگر ایک بات ہی ہے وحی سے پھر مشورے کا کیا فائدہ۔ اسی طرح جتنے یہ واقعات میں نے عرض کیے ہیں کہ

حدیبیہ میں رسول اللہ کے لفظ مٹانے کا جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا،

قتل قبطیہ کا جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا،

تہجد کا جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا

اسی طرح اھل بیت کے لیے سات درھم کا کھانا خریدنے کا جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا اگر ہر بات حکم والی وحی سے ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات وحی ہے تو حضرت علیؓ نے عمل نہیں کیا ان تمام باتوں پر، پھر جو جواب حضرت علیؓ کے متعلق وہاں ہوگا یہاں سے حضرت عمرؓ کے متعلق دے دیں گے۔ جبکہ وہ احکام بھی خاص حضرت علیؓ کے لیے تھے اور ادھر تو حضرت عمرؓ کے لیے حکم خاص بھی نہیں ہے

حضرت موسیٰؑ اور عرض مصلحت

پھر کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ واقعہ وحی پر ہو لیکن سامنے اگر عرض مصلحت ہے یا دفع مضرت ہے تو اس کو رد حکم نہیں کہتے عرض مصلحت ہے یا دفع مشقت ہے تو اس کو رد کرنا اور نہ ماننا نہیں کہتے جیسے سورہ شوریٰ میں ہے

[وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰۤی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ - قَوْمَ فِرْعَوْنَ اَلَا یَتَّقُوْنَ - قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ - وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ - وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ - قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ]

حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ آپ جائیں قوم فرعون کی طرف سے رسول بن کراور حضرت موسیٰؑ بتارہے ہیں کہ مجھے کچھ زبان میں لکنت ہے کچھ بولنے میں تکلیف ہوتی ہے شرح صدر نہیں ہے اور ویسے میری طرف ان کا حساب کتاب بھی ہے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ [فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ] آپ رسالت دیجیے ھارونؑ کو، اللہ کی بارگاہ میں بلکل سیدھا سیدھا موسیٰؑ کھڑے ہیں ہم تو کہتے ہیں یہ عرض مصلحت ہے جو ان کو مصلحت نظر آئی وہ انہوں نے عرض کر دی، اب آگے جو فیصلہ اللہ کرے قبول ہے تو اللہ نے کہا كَلَّا ایسا نہیں ہوگا [فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ] دونوں جاؤ۔ تو یہاں موسیٰؑ کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ کے حکم کو رد کیا انہوں نے۔

واقعہ معراج اور دفع مشقت

اسی طرح معراج میں اللہ تعالیٰ نے جو پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور موسیٰؑ کے مشورے سے نو مرتبہ کم کرائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیں پچاس، پھر یہ جو پانچ پانچ کم کرائی گئی اس کو کوئی نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نبی پاک ﷺ نے نہیں مانا، رد کیا۔ اس لیے اگر واقعی وحی بھی ہو تب بھی عرض مصلحت یا دفع مشقت کو رد حکم نہیں کہتے اس وقت نبی پاک ﷺ کو تکلیف تھی اس وجہ سے نبی کریم ﷺ کا خیال کر کے دفع مشقت کی بات تھی۔ اس کو بے ادبی کہنا اور رد حکم کہنا یہ زیادتی ہے۔ پھر حضرت عمرؓ سے یہ قول سرے سے ثابت ہی نہیں ہے۔ [اَهَجَرَ] اول تو اس کی معنٰی ہی یہ نہیں ہے، لیکن اگر یہ معنٰی لیا جائے تو کیا آپ بے مقصد بے فائدہ گفتگو کر رہے ہیں تو یہ استفہام انکاری ہے حضرت عمرؓ کا تو قول ہی

نہیں ہے اس وجہ سے اس پر طعن دینے کی کیا وجہ ہے اس کا معنٰی ہے کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے مقصد گفتگو کر رہے ہیں؟ [اھجر] تو استفہام انکاری ہے اگر یہ کوئی کہے گا بھی تو کون کہے گا؟ جو لکھوانے کے حق میں ہو۔ جب تم کہتے ہو حضرت عمرؓ نہیں لکھوانا چاہتے تھے تو یوں کیوں کہتے پھر جنہوں نے کہا ہے ان کا بھی استفہام انکاری ہے کیونکہ اس کے بعد [استفھموہ] کا لفظ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لیجیے، یہ تو تبھی کہیں گے جب سمجھیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذہن سلامت ہے اور آپ جو کچھ فرمائیں گے صحیح فرمائیں گے اگر اس کہنے والے کا عقیدہ یہ ہوتا کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سمجھ نہیں رہے تو پھر [استفھموہ] کا کیا مطلب؟ پھر تو ہوتا [اترکوا] نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ لفظ جس نے کہا، اور اگر یہ واقعی معنٰی بھی ہو تو پھر کہنے والا وہ ہی ہو گا جو لکھوانے کے حق میں ہو اور حضرت عمرؓ کا سرے سے کہنا ثابت ہی نہیں۔ بالفرض کسی درجے میں ہے تو نہیں، اگر ہوتا بھی، حضرت عمر یوں کرتے بھی، کہتے بھی تو پھر الزام آتا ہے حضرت علیؓ پر اور حضرت عباسؓ پر کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی ان کے سامنے ہو اور پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کو زندہ چھوڑ دیا، اس وقت بھی اسے نہیں مارا اور بعد میں بھی اسے امیر المومنین بناتے اور اس کی بیعت کرتے پھرتے رہے ہیں۔ پھر اس کا کیا جواب دو گے۔

رفع صوت اور فوق صوت میں فرق

ایک بات اور ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رفع صوت کیا آواز بلند کی بے ادبی کر دی۔ تو دیکھئے قرآن کریم نے جو منع کیا ہے وہ ہے [لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ] نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنا، یعنی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کر رہا ہو یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بول رہے ہیں اور یہ بھی بول رہا ہے، مطلقاً رفع صوت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہو یہ رفع صوت ہو فوق صوت النبی نہ ہو۔

آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بولنا تو خود اسی آیت میں بھی جائز ہے۔ **[وَلَا تَجۡهَرُوا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ]** جیسے آپس میں زور سے بولتے ہو اسی طرح نبی ﷺ سے زور سے نہ بولو۔ اس کا مطلب ہے آپس میں تو زور سے بولتے ہو یہ جائز ہے۔ اور پھر فرمایا **[لا ینبغی عندی تنازع]** میرے پاس، یا **[عند نبی تنازع]** نبی کے پاس تنازع کرنا **[لا ینبغی]** مناسب نہیں ہے تو حرام کام کو اسے کہا جاتا ہے کہ مناسب نہیں، کیا یہ **[لاینبغی]** کا مطلب ہے؟ یوں کرنا نہیں چاہیے مناسب نہیں ہے یہ ہی معنیٰ ہے؟ کیا حرام کی تعبیر یوں ہوتی ہے؟ یہ تو اس روایت سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ چیز حرام نہیں، اور کہتے ہیں کہ امت کی حق تلفی ہوئی۔ یہ سرے سے ہی غلط ہے کیونکہ میں نے پہلے بات عرض کر دی کہ جو کچھ آپ ﷺ فرماتے نیا حکم ہوتا یا پہلے حکم کا نسخ ہوتا یا پہلے احکام کی تائید ہوتی، تو پہلی دو چیزیں ممکن ہی نہیں، **[الیوم اکملت لکم دینکم]** کی روشنی میں، نہ کہ نیا حکم آسکتا تھا اور نہ ہی نسخ ہو سکتا تھا کیونکہ نسخ بھی تو نیا حکم ہے۔ اگر بات ہے تاکید کی تو وہ اس سے زیادہ نہ ہوتا جو بقول شیعہ کے غدیر خم میں ہوا۔

نبی ﷺ پر نہ لکھوانے کا الزام

اب دیکھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نئی بات لکھوانے کا حکم تھا یا نہیں تھا؟ آپ ﷺ شفقت فرما رہے تھے اگر اللہ کی طرف سے حکم تھا پھر آپ ﷺ نے نہیں لکھوایا نعوذ باللہ، پھر یہ الزام تو حضور ﷺ پر آتا ہے کہ کسی کے اختلاف کی وجہ سے یا کسی کے نہ ماننے کی وجہ سے یا کسی کی مخالفت کی وجہ سے آپ ﷺ نے پھر نہیں لکھوایا، تو کیا اللہ کا حکم کسی اور کے کہنے کی وجہ سے حضور ﷺ نے چھوڑ دیا؟ یہ الزام حضور ﷺ پر امتی نہیں مان سکتے، کیونکہ اگر ایک حکم بھی اللہ کا آپ ﷺ نہ سنائیں اور کسی کی وجہ سے چھوڑ دیں تو **[فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ]** اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا۔

تو یہ واقعہ ہے جمعرات کا،اب حضرت عمرؓ جمعرات سے پیر تک وہاں بیٹھے تو نہیں تھے۔اب حضرت عمرؓ نے اس وقت اگر کہہ دیا بقول ان کے، تو پیر تک حضرت عمرؓ وہاں بیٹھے تو نہیں تھے؟ بعد میں کیوں نہیں لکھوایا؟ اگر اجتہاد تھا، ہم کہتے ہیں اجتہاد تھا، شفقت تھی، اور بعد میں وہ اجتہاد حضرت عمرؓ کی موافقت میں ہو گیا۔ جس طرح بدر کے قیدیوں میں اور کئی معاملات میں اسی طرح ہوا ہے۔ یہ تو حضرت عمرؓ کی تعریف ہوئی اس لئے آپ ﷺ نے بعد میں پیر تک نہیں لکھوایا۔ حضرت عمرؓ والی رائے جو ہے وہ نبی ﷺ کو پسند آئی۔ اور اگر اللہ کی طرف سے حکم تھا پھر حضرت عمرؓ کہہ کر چلے گئے کہ نہیں لکھنا۔ جمعرات کو کہہ کر گئے پیر تک آپ ﷺ موجود بھی تھے لیکن اللہ کے حکم کے باوجود نہیں لکھوا رہے۔ تو نعوذ باللہ! اللہ کا حکم نہیں مانا حضور ﷺ نے؟ حضرت عمرؓ کا حکم مانا؟ یہ الزام نبی ﷺ پر امتی نہیں دے سکتے۔

ساری بات کا خلاصہ

ساری بات کا خلاصہ کہ وہاں حضرت علیؓ بھی موجود ہیں، حضرت عباسؓ بھی موجود ہیں، ہاشمی حضرات بھی موجود ہیں اور جس طرح کوئی بھی نہیں لایا ان میں سے بھی کوئی نہیں لایا، اور انہوں نے اسے محسوس بھی نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے خود بعد میں اپنے دور خلافت میں کبھی اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے ان کے ہاں جو ہوا، جو کوئی ایسی چیز نہیں تھی۔ صرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں جو اس وقت صغیر سن (نابالغ) تھے۔ وہ افسوس کر رہے ہیں، خود حضرت عباسؓ کیوں نہیں کر رہے۔ حضرت عباسؓ کو افسوس کیوں نہیں؟ خود حضرت علیؓ کو کیوں افسوس نہیں؟ اور اس حکم کے خصوصی طور پر مخاطب تھے ہی حضرت علیؓ۔ حکم تھا گھر میں، بیت میں، تو مخاطب تھے اہلبیت، باقی تو باہر والے تھے مہمان تھے۔ بقول شیعہ کے اہلبیت میں سے صرف حضرت علیؓ ہیں سب سے قریب ترین گھر بھی حضرت علیؓ کا

تھا لکھنے کا کام بھی حضرت علیؓ کا تھا، صلح حدیبیہ میں بھی انہوں نے لکھا تھا اور حضور ﷺ کے سیکریٹری بھی تھے۔ گھر بھی قریب تھا گھر کے فرد بھی تھے تو کرنا چاہیے تھا کام حضرت علیؓ کو۔ نہیں کیا تو گھر والوں نے، مجلس والوں نے حضرت علیؓ کو کہا کہ جاؤ لاؤ، حضرت عمرؓ نے ان کا دفاع کیا۔ اس میں حضرت عمرؓ کا قصور کیا ہوا۔

ایک سوال

اب سوال یہ ہے کہ حضرت علیؓ باوجود اس کے کہ مخاطب بھی تھے حکم بھی تھا کیوں عمل نہیں کیا؟ اگر حضرت عمرؓ کے کہنے پر رُک گئے تو رسول پاک ﷺ کہہ رہے ہیں یہ کام کرو اور حضرت عمرؓ کہہ رہے ہیں کہ نہ کرو (نعوذ باللہ) حضرت علیؓ رسول پاک ﷺ کے حکم کے مقابلے میں حضرت عمرؓ کا حکم مان رہے ہیں۔ یہ حضرت علیؓ پر الزام آئے گا یا حضرت عمرؓ پر؟ (حضرت علیؓ پر)

اگر اس وقت حضرت عمرؓ سے (نعوذ باللہ) ڈر کر نہیں لائے تو بعد میں پیر تک حضرت علیؓ کے پاس موقعہ تھا۔ حضرت عمرؓ پیر تک وہاں بیٹھے تو نہیں رہے۔ یا غائبانہ بھی حضرت عمرؓ سے ڈرتے تھے؟ کہ اسے پتہ چل جائے گا کہ انہوں نے لکھوا لیا۔

تو نبی پاک ﷺ کے پاس کاغذ قلم نہیں جو لایا گیا، تو آپ ﷺ نے زبانی تو فرما دیا۔ وہ کیا فرمایا اس میں کوئی حضرت علیؓ کی خلافت کی بات ہے ہی نہیں۔

تو بالفرض اگر آپ ﷺ لکھواتے بھی۔

اگر خلافت لکھواتے بھی تو اسی کی لکھواتے جس کو مصلیٰ دیا۔

اسی کی لکھواتے جس سے خطبہ دلوایا۔

اس کی لکھواتے جس سے جمعہ پڑھوایا۔

اسی کی لکھواتے جس کو امامت حوالے کی۔

اسی کی خلافت لکھواتے جس کو امیر حج بنایا تھا۔
کسی اور کی کیوں لکھواتے؟ اس لئے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کا واقعہ قرطاس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے نہ اس میں کوئی بے ادبی ہے اور نہ حضور ﷺ کی کوئی بے فرمانی ہے۔ خوامخواہ اس بات کو بڑھا چڑھا کر اور جو چیز تعریف کی تھی اسے برائی بنادی گئی۔

سمجھنے کی بات

شیعہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے [**حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ**] کہہ کر حضور ﷺ کو لکھنے نہیں دیا۔
جواب: اگر [**حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ**] کہنا غلط تھا تو حضور خاتم المعصومین ﷺ نے کیوں نہیں فرمایا کہ یہ کہنا غلط ہے۔ حضور ﷺ کی تردید نہ کرنا اس بات پر دلالت ہے کہ حضرت عمرؓ کا کہنا بلکل درست ہے اور [**حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ**] میں حضرت عمرؓ نے اپنی طرف سے جواب نہ دیا تھا بلکہ سب مسلمانوں کی طرف سے یہ گذارش کی تھی اس میں آپ سب کے نمائندہ تھے اور ان حاضرین میں حضرت علیؓ بھی موجود تھے اور کوئی حدیث کا منکر یہ بھی نہ سوچے کہ [**حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ**] کا مطلب یہ ہے کہ حدیث رسول کی ضرورت نہیں ورنہ قرآنی آیات کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ رسول ﷺ کی ضرورت نہیں اور یہ مطلب لینا کفر ہے۔

آخری بات

صحیح بخاری یا کتب ستہ سے تو واضح نہیں ہو رہا کہ نبی ﷺ نے کسی خاص کو کہا کہ کاغذ قلم لے آؤ، البتہ امام بخاریؒ کے استاد امام احمد بن حنبلؒ نے اسی روایت کو واضح طور پر اپنی مسند میں نقل فرمایا کہ حضرت علیؓ کو فرمایا کہ کاغذ قلم لے آؤ، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ کاغذ قلم لینے چلا گیا اور پیچھے سے وفات ہو جائے تو آخری کلام سننے سے رہ جاؤں گا اس وجہ سے میں کاغذ قلم لینے نہ گیا اور

فرمایا کہ آپ ﷺ ارشاد فرمائیں میں یاد کر لیتا ہوں تو جو آخری بات فرمائی وہ یہ تھی کہ نماز اور غلاموں کا خیال رکھنا اور تیسری بات کہ زکوٰۃ کو ادا کرتے رہنا۔

[عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ آتِيَهُ بِطَبَقٍ يَكْتُبُ فِيهِ مَا لَا تَضِلُّ أُمَّتُهُ مِنْ بَعْدِهِ، قَالَ: فَخَشِيتُ أَنْ تَفُوتَنِي نَفْسُهُ، قَالَ: قُلْتُ: إِنِّي أَحْفَظُ وَأَعِي. قَالَ: "أُوصِي بِالصَّلَاةِ، وَالزَّكَاةِ، وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ"]

(مسند أحمد ٢ / ١٠٥)

آخری وصیت کا خلافت سے کوئی بھی تعلق نہیں تھا بلکہ حضرت جعفر صادقؒ نے تو بات واضح کر دی جس کو شیعہ کے بڑے محدث نے کافی کلینی میں لکھ دیا [عن أبي عبدالله عليه السلام قال: إن رسول الله صلى الله عليه وآله دعا بصحيفة حين حضره الموت يريد أن ينهى عن أسماء يتسمى بها فقبض ولم يسمها] (فروع کافی ج ۲ صفحہ ۲۶۳ لکھنؤ)

ترجمہ: حضرت جعفر صادقؒ سے روایت ہے آپ نے فرمایا حضور ﷺ نے وفات کے وقت کاغذ قلم طلب فرمایا آپ ﷺ چاہتے تھے وہ نام لکھ دیں جو اولاد کے نہ رکھے جائیں تا کہ نبی پاک ﷺ کی وفات ہو گئی اور آپ وہ نام نہ بتلا سکے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

نوٹ:

اس کتابچے میں ہم نے حتی الوسع کوشش کی ہے کہ غلطیوں کا امکان باقی نہ رہے لیکن اسکے باوجود دورانِ مطالعہ اگر کوئی غلطی نظر آجائے تو براہ کرم ادارہ کو اطلاع دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔ اور قارئین سے ایک اور گذارش ہے کہ اگر واقعہ قرطاس کے حوالے سے کوئی درس حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کا ہو تو وہ بھی ادارہ تک پہنچائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں شامل کیا جائے۔ 03023108442

قرآن
فرق ڪندڙ ڪتاب
حجة الاسلام والمسلمين، امام اهلسنت، قائد اهلسنت،
شهيد ابن شهيد، تصوير بخاريؒ، مناظره اسلام
حضرت مولانا حافظ
علامہ علي شير حيدري شهيد
ناشر
مدرسہ عمر فاروق

دين جي سمجھ
حنبلي
شافعي
مالڪي
حنفي
واعظ
علامہ علي شير حيدري
ناشر
سني سجاڳ پبلشر نوشهرو فيروز